مسلمانوں کی فرقہ بندیوں کا افسانہ

از

(حضرت مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانی صدر شعبۂ دینیات)

(۲)

بہرحال اصولی اور بنیادی اختلافات جن کی وجہ سے مسلمانوں کے کسی دینی فرقہ نے اپنی دینی زندگی اور اس کے نتائج کو دوسرے مسلمانوں کی دینی زندگی اور اس کے نتائج سے الگ کر لیا ہو تفرق اور تسفار بعید کے اس حال کی پیدائش میں ممکن ہے، ڈھونڈنے والوں کو دوسرے اسباب کا بھی سراغ مل جائے لیکن عام حالات میں کم از کم میرا خیال یہی ہے اور اپنے محدود مطالعہ سے اسی نتیجہ تک پہنچا ہوں کہ اندرونی اسباب میں تو زیادہ اثر ان سیاسی اختلافات کا پڑا ہے، جن پر ابتداء اسلام کے خاص پیدا کردہ ماحول کی وجہ سے مذہب اور دین کا رنگ چڑھا دیا جاتا تھا۔ کھیلنے والے دراصل سیاسی کھیل کھیلنا چاہتے تھے لیکن اپنے کھیل میں اس وقت تک وہ کامیاب نہیں ہو سکتے تھے جب تک کہ مذہب کا لبادہ اوپر سے سیاسی اغراض پر اڑھا نہ دیا جاتا،

اسی طرح بیرونی اسباب میں سب سے زیادہ نمایاں سبب وہی نظر آتا ہے کہ اوہام و اغلاط جن میں قبل الاسلام کے ادیان مبتلا تھے۔ اور ان ہی سے پاک کرنے کے لئے خالق کائنات نے اپنے بندوں میں آخری رسول کو اٹھایا تھا، قرآن کے آثار نے کا بڑا مقصد یہی یہ تھا کہ انسانی زندگی کا قدرتی آئین جن آسمانی کتابوں کے ذریعہ سے انسانی گھرانوں میں وقتاً فوقتاً نافذ ہوتا رہتا تھا ان کتابوں میں من مانے خیالات شریک کر دئے گئے تھے۔ اپنے پیدا کرنے والے خالق کی خالص مرضی کے مطابق جی کر جو مرنا چاہتے تھے۔ ان کے لئے تسلی اور تسکین کا کوئی قابلِ اعتبار ذریعہ دنیا میں کسی قوم اور ملک میں آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر باقی نہ رہا تھا بطور آخری اڈیشن کے قرآن نازل کیا گیا تاکہ اپنے اپنے موروثی ادیان،

اور آبائی مذاہب کی مشکوک کتابوں کو قرآن پر پیش کر کر کے شک سے نکل کر یقین کی ٹھنڈی روشنی میں آجائیں
داخل ہونے والے اسلام میں عموماً داخل بھی اسی لئے ہوئے تھے لیکن ان میں سب کا حال ایک جیسا نہیں تھا، عزم میں جن کے خامی تھی، حوصلے جن کے زیادہ بلند نہ تھے۔ اس انس اور الفت سے ازالہ پر جیسا کہ چاہئے تھا قادر نہ ہو سکے جس کی تطہیر و تزکیہ کی اس راہ میں بہر حال ضرورت تھی۔ اسی کا نتیجہ یہ ہوا کہ شعوری اور زیادہ تر غیر شعوری طور پر آبائی اوہام و اغلاط اور اسلامی تعلیمات میں تطبیق و توفیق کی نکوہیدہ کوششوں میں وہ مشغول ہو گئے، اسی نامبارک سعی نے اور غلط اقدام نے عجیب و غریب نظریات و خیالات کو مسلمانوں میں پھیلا کر مختلف ٹولیوں میں ان کو بانٹ دیا تھا، "دین اسلامی" کی تاریخ کا یہ بڑا مبسوط مضمون ہے۔ تاہم بقدر ضرورت اس سلسلہ میں جو کچھ پیش کیا جا چکا ہے۔ اگر پڑھنے والوں نے توجہ سے اس کو پڑھ لیا ہے تو شاید وہ بھی اسی نتیجہ تک پہنچ چکے ہوں گے جس نتیجہ تک مرے مطالعہ اور جستجو نے مجھے پہنچایا ہے۔

اس کے بعد خود سوچنا چاہئے، کہ سیاسی جوڑ توڑ کے لئے مذہبی سوانگ اختیار کرنے والوں نے جن فرقوں کو مسلمانوں میں پیدا کر دیا تھا، ان کا جو انجام ہوا، اس کے سوا دوسرا انجام ان کا آخر ہو ہی کیا سکتا تھا، یہ سیاسی قصے زمانہ کی رفتار کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔ میدان میں ایک پارٹی آتی ہے کھیلتی ہے، ہنگامے مچاتی ہے اور غائب ہو جاتی ہے، انسانیت کی تاریخ سیاسی بازی گریوں کے ان تماشوں سے بھری ہوئی ہے، مسلمانوں کی تاریخ میں بھی یہی کھیل کھیلے گئے ہیں۔ اسی کا نتیجہ یہ ہوا کہ سیاسی شاطروں کے ساتھ شطرنج کی وہ بساط بھی الٹتی چلی گئی، جو وقتاً فوقتاً بچھتی رہی اور ان کے ساتھ وہ فرقے بھی ختم ہوتے چلے گئے جو پیدا داری تھے، ایک ایسے زمانہ کے سیاسی ہنگاموں میں جس میں مذہب کی چھاپ کے بغیر کوئی چیز چل ہی نہیں سکتی تھی۔ آخر آج ان ازارقہ کو ہم کہاں ڈھونڈیں، جو کہتے پھرتے تھے کہ ذہنی نصب العین" اور " اقامت حق" کی جو مہم ہم لوگوں نے اٹھائی ہے جو اس میں شریک نہ ہوگا خواہ ہمارے دشمنوں کی مدد بھی نہ کرے۔ ناطرفداری رہے لیکن وہ بھی اسلامی دین کے دائرے سے خارج ہو گیا اور اپنا ٹھکانا اس نے جہنم کو بنا لیا

انه کفر القعدة وهو اول ما اظهر البراءة من القعدة على القتال وان كان موافقا على دينه وكفر من لم يهاجر اليه ص۱۲۹ شہرستانی ج۱	ازراقہ کا لیڈر ابن ازرق پہلا آدمی تھا جس نے ان لوگوں کو کافر قرار دیا۔ اس کی سیاسی کش مکش میں جن لوگوں نے ساتھ نہیں دیا تھا اور ان لوگوں سے اپنے دین کو اس نے جدا کر لیا۔ خواہ دین کے دوسرے معاملات میں وہ ان کے ہمنوا ہی کیوں نہ ہوں، ازراق یہ بھی کہتے تھے کہ ہجرت کر کے جو ان کے ساتھ آکر نہ ملا، ایسا مسلمان کافر ہو گیا۔

یہی ان کا سیاسی کہئے، یا دینی عقیدہ تھا۔

یا ان غریب "نجدات عاذریہ" کا سراغ دنیا کے کس گوشہ میں لگایا جا سکتا ہے جو گویا مسلمانوں کے نہلسٹ تھے اور کہتے پھرتے تھے کہ

لاحاجة للناس الى الامام قط انما عليهم ان يتناصفوا فيما بينهم ص۱۳۲ ج اش	امام (یعنی کسی منظم حکومت) کی کوئی ضرورت نہیں ہے لوگوں پر صرف یہ فرض ہے کہ آپس کے معاملات کو انصاف کے ساتھ خود چکا لیا کریں،

جہاں اس فرقہ کا لیڈر نجدہ بن عامر گیا، وہیں یہ سیاسی عقیدہ بھی دفن ہو گیا جس پر دینی اعتقاد کا خول اوپر سے مڑھ دیا گیا تھا،

بتایا جائے کہ مسلمان بادشاہوں اور ائمہ کے مقابلہ میں جنہوں نے یہ فیصلہ کر کے اسی کو اپنا دین بنا لیا تھا کہ

"ہم بادشاہوں، اور صرف ان مسلمانوں کے قتل کو مذہبی فرض خیال کرتے ہیں، جو ان حکمرانوں کے حامی اور مددگار ہیں، اور ان کے احکام کو تسلیم کرتے ہیں، لیکن جو حکمرانوں پر اعتراض کرتے ہیں اور ان سے راضی نہیں ہیں، ان مسلمانوں کو ہم قتل نہیں کریں گے، ہاں! ان حکومتوں کی طرف سے جاسوسی کا کام جو انجام دے گا، ہم اس کو بھی تلوار کے حوالہ کریں گے۔" ص۱۳۲ ج ۱ شہرستانی

میمونیہ فرقہ جس کا قائد میمون بن خالد تھا، اس کا یہی عقیدہ تھا لیکن نہ اب میمون ہی دنیا میں زندہ ہے اور نہ بےچارے میمونیہ، عرب کے بیابان میں اپنے لیڈر کے ساتھ وہ بھی گم ہو گئے،

عبداللہ بن ایاض جس کا دعویٰ تھا کہ

"قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے والوں میں جو ہمارے مخالف ہیں۔ ہم ان کو مشرک تو نہیں سمجھتے لیکن چونکہ ہمارے مخالف ہیں اس لئے کافر قرار دے کر ان کے مال کو مال غنیمت ہم بنا سکتے ہیں اور ان کے ہتھیار اور گھوڑے چھین لیں گے، اگرچہ اسی کے ساتھ ان کی عورتوں کے ساتھ نکاح بھی جائز ہے اور ان کے مال کے ہم وارث بھی بن سکتے ہیں"

مسلمانوں کے ممالک کے متعلق ان کا خیال تھا کہ دار الاسلام تو نہیں لیکن دار التوحید ان کو کہنا چاہئے لیکن حکومت کی فوجی چھاؤنیاں جن علاقوں میں قائم ہیں وہ دار التوحید بھی نہیں ہیں۔ بلکہ دار التقیٰ ہیں، ص۱۰۴

بتایا جائے کہ اسی ابن ایاض کی طرف منسوب کر کے "ایاضیہ" نامی جس فرقہ کا ذکر کیا جاتا ہے کتابوں کے سوا سطح زمین پر کہاں مل سکتا ہے؟

اسی طرح حالات نے اسلام کی ابتدائی صدیوں ہی میں اس قسم کے خیال کے لوگوں کو جو پیدا کر دیا تھا، جنہوں نے دنیا کو دو حصوں میں بانٹا تھا جہاں اسلامی احکام کا اعلان و اظہار کھلے بندوں بے روک ٹوک جاری ہو، ان علاقوں کا نام ان کی اصطلاح میں "دار العلانیہ" تھا، اور جہاں مسلمانوں کو اس قسم کی آزادی حاصل نہ ہو، اس کا نام انھوں نے "دار التقیہ" رکھ دیا تھا، اس تقسیم کے ساتھ یہ اس کے بھی قائل تھے کہ

"دار التقیہ میں مسلمان عورتوں کا نکاح اپنی قوم کے ان افراد کے ساتھ جائز ہے۔ جنہوں نے اسلام قبول نہیں کیا مگر دار العلانیہ میں اس کی اجازت نہیں دی جا سکتی" ص۱۲۳ ج ا ش،

اور ان باتوں کی تفصیل کہاں تک کی جائے حد یہ ہے کہ اس قسم کے روشن خیال بھی ان ہی سیاسی چکروں سے مسلمانوں میں پیدا ہو چکے تھے جو کہتے تھے کہ

اسلام کے دینی اصطلاحات کی شرح مصلحتِ وقت کے مطابق کرنے کا ہمیں اختیار ہے، یہ ہو سکتا ہے کہ ہم

کعبہ کے حج کی تشریح کرتے ہوتے یہ کہیں کہ کعبہ عرب میں نہیں ہے بلکہ لعلّہا بالھند (بلکہ ہو سکتا ہے کہ ہندوستان میں ہو) "۔ طہ۱۳۱

تشریح کے ان اطلاقی اختیارات کے ساتھ مسلمان صرف وہ اپنے آپ ہی کو سمجھتے تھے۔ یہ دعویٰ "غسانیوں" کا تھا جن کا لیڈر غسان الکوفی تھا

سچی بات تو یہ ہے کہ خوارج جن کے متعلق سنا جاتا ہے، کہ اب بھی ان کی تھوڑی بہت تعداد عرب کے بعض ساحلی علاقوں (مسقط، عمان) وغیرہ میں پائی جاتی ہے، اور مغرب اقصےٰ (مراکش وغیرہ) کے کوہستانی خطوں میں سیاحوں کا بیان ہے کہ قدیم خارجیوں کے نام لیواؤں سے ان کی ملاقات ہوتی تھی، نہیں کہا جا سکتا کہ دور افتادہ گوشوں میں واقعی ان خارجیوں کی صحیح تعداد کیا ہے کچھ بھی ہو لیکن چند لاکھ تک بھی ان کی گنتی اگر پہنچ جائے تو شاید اس سے زیادہ تخمینہ ان کا کیا بھی نہیں جا سکتا،

چند لاکھ ان خوارج کے بعد ابتداء اسلام کی سیاسی کش مکش سے پیدا ہونے والے اسلامی فرقوں میں کوئی فرقہ صحیح معنوں میں اگر باقی رہ گیا ہے، تو وہ شیعوں کا فرقہ ہے۔ لیکن "شیعہ" کے اسی لفظ میں میرا خیال ہے کہ سیاسی قصوں سے پیدا ہونے والے دینی فرقوں کی تاریخ پوشیدہ ہے،

کہنا یہ چاہتا ہوں کہ اب تو "شیعہ" کے اس لفظ سے جیسا کہ سب جانتے ہیں مسلمانوں کا ایک خاص فرقہ سمجھا جاتا ہے لیکن درحقیقت اسلام کی ابتدائی صدیوں کی سیاست کی یہ ایک سیاسی اصطلاح ہے۔ یعنی موجودہ زمانہ میں "پارٹی" کے لفظ سے جو کچھ سمجھا جاتا ہے یہی مفہوم "شیعہ" کے اس لفظ کا اس زمانہ میں تھا، اسلامی تاریخ کا تھوڑا بہت مطالعہ بھی جن لوگوں نے کیا ہے وہ اس سے واقف ہیں۔ مثلاً اس موقعہ پر بے ساختہ ابن عساکر کی تاریخ دمشق کی ایک بات یاد آگئی، عباسیوں کا دوسرا خلیفہ ابوجعفر منصور اپنے دربار میں بیٹھا ہوا تھا، اچانک درباریوں کی طرف خطاب کرکے ایک دن اس نے دریافت کیا،

حجاج (مشہور ظالم امیر) کا وصیت نامہ کسی کو یاد ہے؟

دنیا کی عام تاریخ کے متعلق تو میں دعویٰ نہیں کر سکتا لیکن مسلمانوں کی تاریخ میں "ڈکٹیٹرشپ"

کے طریق حکمرانی کا حجاج اپنے وقت میں شاید سب سے بڑا امام تھا بنی امیہ کی حکومت کے حکمرانوں کو اسی لئے مطلق العنان ڈکٹیٹر کی حیثیت سے خود بھی مانتا تھا اور چاہتا تھا کہ دوسرے بھی ان کو حکومت کا ڈکٹیٹر ہی تسلیم کریں۔ اس باب میں ملکی سی مخالفت اس کے لئے ناقابل برداشت تھی، واقعات کا ایک ذخیرہ اس باب میں تاریخ کی کتابوں میں پایا جاتا ہے۔ اپنے اسی نقطہ نظر سے مرتے ہوئے حجاج نے وصیت نامہ لکھوایا تھا جس میں کلمہ شہادت کے بعد تھا۔

"ولید بن عبدالملک (جو اس کے زمانہ میں بنی امیہ کا حکمران تھا) اس کی فرماں برداری، اور طاعت کے سوا حجاج اور کچھ نہیں جانتا، اسی عہد پر وہ زندہ رہا اور اسی عہد پر وہ مرا، اور اسی عہد پر قیامت کے دن وہ اٹھے گا

وصیت نامہ کے عربی الفاظ جن کا ترجمہ میں نے درج کیا ہے، ابو جعفر منصور نے ان کو سن کر دربار والوں سے کہا کہ

هٰذه واللّٰه الشيعة لا شيعتكم — یہ ہے شیعہ، نہ کہ تمہارے شیعہ

(تاریخ دمشق ابن عساکر صفحہ ۶۸ ج ۴)

مطلب یہ تھا کہ پارٹی کے ساتھ وفاداری کی اصلی حقیقت یہ ہے، کہ زندگی موت، دنیا اور آخرت تک سب وفاداری کے جذبات میں غرق ہو جائیں۔ ابو جعفر کو اپنی پارٹی سے شکایت تھی کہ ہمارے شیعہ یعنی پارٹی میں وفاداری کا یہ بے پناہ جذبہ نہیں پایا جاتا۔

میں ابو جعفر منصور کے ان ہی الفاظ کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں، اس زمانہ کی ایک سیاسی

لہ ولید بن عبدالملک کے دریافت کرنے پر حجاج نے خود ہی کہا تھا کہ لبنان اور سنبیر (شام کا ایک پہاڑ) اگر ان دونوں پہاڑوں کے برابر زر خالص مجھے مل جاتے اور سب کو خدا کی راہ میں خرچ کر دیں، جب بھی میری یہ نیکی اس اطاعت اور فرماں برداری کے مقابلہ میں کچھ نہیں ہے جو میرے دل میں آپ کی طرف سے پائی جاتی ہے، اس نے کہا کہ مسلمانوں کا جتنا خون بھی اس سلسلہ میں یعنی ولید کے لوگ مطیع ہو جائیں، میں نے بہایا ہے اس خون کی نہ مجھے پروا ہے اور نہ اس کا خوف یاد رکھنا چاہئے کہ ایک لاکھ سے زائد مسلمانوں کو ستونوں میں باندھ کر اس ظالم نے اسی سلسلہ میں قتل کرایا تھا، کہتا تھا کہ اللہ سے ڈرنے یعنی تقویٰ کے لئے تو فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُم فرمایا گیا ہے لیکن اسی کے بعد وَاسْمَعُوا وَاَطِيعُوا (سنو اور اطاعت کرو) کے حکم کو قرآن نے استطاعت کے ساتھ مشروط نہیں کیا ہے ۱۲ صفحہ ۶۸ ج ۴ ابن عساکر

اصطلاح اس سے سمجھ میں آتی ہے یعنی اہل بیت نبوت یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حامیوں کی پارٹی ہی کو شیعہ نہیں کہتے تھے بلکہ "شیعہ" کا لفظ عام تھا جس کی اضافت عباسیوں، امویوں اہل بیت وغیرہ سب ہی کی طرف کی جاتی تھی، بنی امیہ کے حامیوں اور پارٹی والوں کو شیعہ بنی امیہ، عباسیوں کی پارٹی والے شیعہ بنی عباس کہلاتے تھے۔ جیسے شیعہ علی یا شیعہ اہل بیت ان لوگوں کی تعبیر تھی، جن پر اب مطلق "شیعہ" کے لفظ کا اطلاق ہوتا ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ صورت حال اسی لئے تو پیش آئی کہ سارے مضاف الیہ جس کی طرف شیعہ کا یہ لفظ منسوب ہو کر استعمال ہوتا تھا یکے بعد دیگرے ختم ہوتے چلے گئے، تاآنکہ "پارٹی" یا "شیعہ" ہونے کی حیثیت سے صرف وہی لوگ رہ گئے، جو اپنے آپ کو اہل بیت اور حضرت علیؓ کی پارٹی میں شمار کرتے تھے۔

اور یہی میرا مقصد ہے کہ "شیعہ" کے لفظ کا جو مفہوم اب ہو گیا ہے یہ خود بتا رہا ہے کہ مسلمانوں کی بے شمار سیاسی پارٹیاں پیدا ہو ہو کر ختم ہوتی چلی گئیں، وہی جنہوں نے مذہب کا جولا پہن لیا تھا سے دے کر صرف ایک پارٹی وہی اہل بیت کی حمایت کا دعویٰ کرنے والی باقی رہ گئی ہے۔ جن کو ہم اب "شیعہ" کہتے ہیں۔

اور سیاسی راہ سے پیدا ہونے والے فرقوں میں تو خیر شیعوں کا یہ فرقہ باقی بھی رہ گیا ہے لیکن اسلامی دین کے دائرے میں داخل ہونے والی قوموں کے جن مذہبی الائشوں سے متاثر ہو کر مسلمانوں میں جو فرقے پیدا ہوتے تھے ان کا حال تو اس سے بھی زیادہ عجیب ہے اور تو اور اس سلسلہ میں سب سے زیادہ باتونی منہ زور قلم کے دھنی جیتی فرقہ معتزلہ کا تھا، جسے وقتاً فوقتاً عباسی حکومت کی پشت پناہی بھی حاصل ہوتی رہی، بعض خلفاء پر بھی اعتزالی رنگ چڑھ گیا تھا اور وزراء، قاضی القضاۃ وغیرہ جیسے اقتداری عہدوں پر بھی اس فرقہ کے فضلاء و علماء قابض رہے ان کے ہاتھ میں قلم کے ساتھ تلوار، اور تلوار کے ساتھ قلم بھی تھا، معرکۃ الآراء کتابیں اپنے خیالات و عقائد کی تائید میں اس فرقہ کے اہل قلم نے لکھیں، یہ سب کچھ ہوا مگر بقول علامہ طاش کبری زادہ

کان علم الکلام بایدی المعتزلۃ مائتی سنۃ ما بین المائۃ والثلاث مائۃ	معتزلہ کے ہاتھ میں علم کلام کی باگ دو سو سال تک رہی، یعنی پہلی صدی سے اور تیسری صدی کے درمیان

ص۳ مفتاح السعادہ میں

گویا تیسری صدی سے معتزلہ کا زور ختم ہونے لگا، اور آج حال یہ ہے کہ بجز چند غیر کلامی کتابوں کے مثلاً زمخشری کی تفسیر کشاف، یا لغت کی بعض کتابوں کے سوا دنیا کے کتب خانوں میں فرقہ معتزلہ کے مصنفین کی ان کتابوں کا ایک ورق بھی مشکل ہی سے مل سکتا ہے جو اعتزالی عقائد و خیالات کی تائید میں لکھی گئی تھیں آج اس فرقہ کے متعلق ہم جو کچھ بھی جانتے ہیں، وہ صرف اہل السنت والجماعت کی کتابوں کا صدقہ ہے کہ تردیداً جواب دینے کے لئے انھوں نے اعتزالی عقائد کا تذکرہ اپنی کتابوں میں کر دیا تھا

اور جب معتزلہ کا یہ حشر ہوا تو نسبتاً جن فرقوں کے پاس نہ معتزلہ کی قوت تھی نہ دولت، نہ علم نہ فضل، بھلا وہ بے چارے کیسے زندہ رہ سکتے تھے۔

مرا تو خیال یہی ہے کہ جیسے جیسے نسلیں گذرتی گئیں ان کا تعلق تدریجاً ان اوہام و خرافات سے کمزور ہوتا چلا گیا، جنہیں ان کے آباؤ اجداد اپنے ساتھ لائے تھے۔ خالص اسلامی تعلیمات کی روح سے بہ نسبت اپنے اسلاف کے اخلاف زیادہ قریب ہوتے چلے گئے تا اینکہ وہ وقت بھی آ گیا کہ سارے موروثی رجحانات، نو مسلم خاندانوں سے مٹ مٹا کر ختم ہو گئے، اس راہ سے پیدا ہونے والے فرقوں کا صرف نام ہی نام اب کتابوں میں رہ گیا ہے اس سلسلہ میں معتزلہ ہی کیا دنیا کے پردے پر کرامیہ مرجیہ جہمیہ وغیرہ وغیرہ کہاں مل سکتے ہیں؟ اس لحاظ سے بلا خوف تردید یہ کہا جا سکتا ہے اور یہی کہنا چاہیے، کہ ایشیا و افریقہ بلکہ یورپ و امریکہ کے انسانوں میں "اسلامی برادری" قرآن کی بدولت جو قائم ہو گئی ہے اور ستر کروڑ سے پچاس کروڑ تک اس قرآنی برادری میں شریک ہونے والوں کی تعداد کا تخمینہ آج کیا جا رہا ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس امت میں شیعوں کے سوا صرف ایک۔ فرقہ اہل السنت والجماعت ہی کا باقی رہ گیا ہے اس میں شک نہیں کہ خوارج کی طرح شیعوں کی تعداد نا قابل لحاظ نہیں ہے لیکن جہاں تک میرا تخمینہ ہے اہل السنت والجماعت کے مقابلہ میں ہزار میں ایک کی نسبت بھی شیعوں کی ثابت

ہو جائے تو اس سے زیادہ بڑا تخمینہ ان کے متعلق شاید کیا بھی نہیں جا سکتا گویا مسلمانوں میں ایسے فرقے جن کے اختلافات بنیادی اختلافات قرار دئے جا سکتے ہیں لے دے کر صحیح معنوں میں ان ہی دو فرقوں کے اندر منحصر ہو کر رہ جاتے ہیں اور خواہ مخواہ خوارج کا بھی اضافہ کر لیا جاتے تو زیادہ سے زیادہ اس نوعیت کے فرقوں کو بہرحال تین سے زیادہ تو کسی طرح آگے بڑھایا نہیں جا سکتا افسوس ہے کہ تفصیل کا موقعہ نہیں ہے ورنہ بتایا جا سکتا تھا کہ اسلام ہی کی طرح دوسرے ادیان و مذاہب بھی زمین کے اسی کرے پر موجود ہیں ماننے والے ان کے انسان ہی ہیں لیکن ان میں ہر مذہب کے ماننے والے مبالغہ نہیں کر رہا ہوں آج بھی سینکڑوں فرقوں کی شکل میں بٹے ہوئے ہیں ان کے اختلافات کا حال یہ ہے کہ معبود پر بھی ان میں اتفاق نہیں ہے۔ ایک اگر شیو کا پجاری ہے تو دوسرا وشنو کا، ایک اگر بٹیا کا پجاری ہے تو دوسرا ماں کا اور تیسرا فرقہ باپ کی عبادت کرتا ہے۔ مذاہب و ادیان اور ان کے مختلف فرقوں کے حالات کا مطالعہ برہان کے پڑھنے والوں میں سے جنہوں نے کیا ہے وہی میرے اس اجمالی دعوی کی توثیق کر سکتے ہیں۔ بلکہ میں تو چاہتا ہوں کہ اس عنوان پر "مستقل مقالہ" ہی کاش لکھا جاتا، دوسرے مشاغل کے ساتھ سردست میرے لئے یہ کام آسان نہیں ہے۔

آخر میں ایک بات رہ گئی یعنی مسلمانوں میں حنفی، شافعی مالکی، حنبلی ناموں سے جو کچھ سمجھا جاتا ہے کیا اس کو "فرقہ بندی" کے نیچے ہم داخل کر سکتے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ قسط میں اسی پر بحث کی جائے گی اور اسی کا جواب دیا جائے گا۔

سلسلہ تاریخ ملت — نبی عربی صلعم

جس میں متوسط درجہ کی استعداد کے بچوں کے لئے سیرت سرور کائنات صلعم کے تمام اہم واقعات کو تحقیق، جامعیت اور اختصار کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جدید ایڈیشن جس میں اخلاق سرور کائنات صلعم کے اہم باب کا اضافہ کیا گیا ہے اور آخر میں ملک کے مشہور شاعر جناب ماہر القادری کا سلام بدرگاہ خیر الانام بھی شامل کر دیا گیا ہے کورس میں داخل ہونے کے لائق کتاب ہے زبان بہت ہی ہلکی اور صاف ہے قیمت ۸/ مجلد ۱۲/